وسیجنبها الاتقیٰ الایه

عمدۃ التحقیق

جلد اوّل

در

افضلیت ابوبکر صدیقؓ

بجواب زبدۃ التحقیق

مُصنّف

استاذ العلما قاضی محمد عظیم نقشبندی

ریٹائرڈ ضلع قاضی کوٹلی آزاد کشمیر

مجلس علماء اہلسنت

وادی بناہ کھوئی رٹہ آزاد کشمیر

وسیجنبها الاتقیٰ الایه

مُصنّف

استاذ العلماء، قاضی محمد عظیم نقشبندی
ریٹائرڈ ضلع قاضی کوٹلی آزاد کشمیر

0344-5751600, 0355-8103999, 0301-580241[illegible]
0346-5286259, 0300-9536420, 0312-95373[illegible]5

کتاب کا نام: عمدۃ التحقیق در افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بجواب زبدۃ التحقیق

مصنف: استاذ العلماء قاضی محمد عظیم نقشبندی

پروف ریڈنگ: مجلس علمائے اہلسنت کھوئی رٹہ

کمپوزنگ: صغیر احمد قادری، تیمور استخار

پرنٹنگ: صغیر احمد قادری : 0344-5751600

اشاعت: جمادی الثانی ۱۴۳۲ھ بمطابق مئی ۲۰۱۱ء

ملنے کے پتے

ذوقہ کریانہ مرچنٹ نزد لاری اڈہ کھوئیرٹہ: 03015802417

مرکزی جامع مسجد مسجد قادریہ حنفیہ ڈونگی

جامع مسجد عباس گھوڑا: 03465286259

خوشبوئے مدینہ مسجد کھجورلہ 03009536420

مکتبہ تحفظ عقائد اہلسنت مین بازار کھوئیرٹہ: 03445751600,

0312-9537375

....

نوٹ: اپنے قیمتی قلمی مسودہ کو کتابی شکل میں دیکھنے والے خواہش مند حضرات ہم سے رجوع فرمائیں: 03445751600,03465286259

....

فہرست

افضلیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قطعی ہی ماننا پڑے گا کیونکہ :

"لکنا وجدناالسلف فضلوهم كذالک وحسن ظنناقاض بانهم لولم يطلعوا على دليل في ذالک لما اطبقوا عليه فلزمنااتباعهم فيه" (الصواعق المحرقه ، ٦٠)

ترجمہ: لیکن ہم نے اپنے اسلاف کو پایا ہے کہ انہوں ترتیب خلافت کے مطابق ہی خلفائے اربعہ کو افضل قرار دیا ہے، اوران کے بارے میں ہمارے حسن ظن کا فیصلہ یہ ہے کہ اگر وہ دلیل قطعی پر مطلع نہ ہوتے تو افضلیت پر اتفاق نہ کرتے ، افضلیت کے مسئلہ میں ہم پر ان کی اتباع لازم ہے اور یہی ہے کہ جمہور کے نزدیک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت قطعی ہے، ان حقائق کی روشنی میں سید صاحب کا اجماع امت کے قول قطعی کو مفروضہ کہنا غلط ثابت ہوا، اوراس کی بنیاد یہ ہے کہ سید صاحب نے محدث ابن حجر مکی رحمہ اللہ کے موازنہ دلائل کے ضمن میں جو احتمال اور سوال ہوسکتا تھا وہ نقل کر دیا کہ امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ کا آخری فیصلہ اور عقیدہ یہ ہے جبکہ یہ صرف احتمال اور سوال کی حد تک تھا اس کا جواب اور امام موصوف کا عقیدہ اگلے صفحہ پر لکنا سے شروع ہورہا ہے، تعجب اس بات پر ہے کہ سید صاحب نے پہلے تحریر فرمایا کہ کچھ لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع نقل کر کے آپ کی افضلیت کو حتمی اور قطعی شکل دینے کی کوشش کی ہے، جس جس نے نیک نیتی سے یہ کوشش کی ہے خدا کریم اس کو جزائے خیر عطا فرمائے ، کیونکہ ہم لوگ بھی افضلیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عقیدہ رکھتے ہیں، لہذا چشم ماروشن دل ماشاد، پھر فرمایا مگر کسی بھی مفروضے کی حمایت کرنا ہمارے لئے مشکل ہے افضلیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مذہب جمہور ہے، جوکہ اسلام میں کوئی قانون ساز ادارہ نہیں ہے لہذا اس پر کسی بھی قطعیت کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی ، (زبدۃ ، ص۲۲) سید صاحب کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ انہوں نے پہلے یہ تسلیم کیا کہ جن جن آئمہ امت نے اجماع سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کو قطعی کہا اللہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے ، جزائے خیر اسی لئے عطا فرمائے کہ انہوں نے ایک حق کو ثابت کرنے کیلئے سعیء جمیلہ کی ہے اور وہ حق کیا ہے؟ افضلیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قطعی ہے اس پر خوشی کا اظہار بھی فرمایا کہ چشم ماروشن دل ماشاد، پھر تائید اور

توثیق کرتے ہوئے فرمایا کیونکہ ہم لوگ بھی افضلیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عقیدہ رکھتے ہیں ،اور آخر میں فرمایا مگر کسی بھی مفروضے کی حمایت کرنا ہمارے لئے مشکل ہے، سید صاحب نے پہلے اجماع سے ثابت ہونے والی افضلیت قطعیہ کو تسلیم کیا اور الفاظ ترحم اور جزا بھی نقل کردی ، اپنا عقیدہ بھی یہی بتایا مگر بعد میں اس عقیدہ اجماعیہ کو مفروضہ قرار دیا تحقیق توازن اور علمی دنیا میں امت مسلمہ کے اس اجماعی عقیدہ کو مفروضہ تسلیم کرنا مشکل ہے اور سید صاحب کے بدلتے ہوئے موقف کو درست تسلیم کرنا اس سے بھی زیادہ مشکل ہے، اگر افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مفروضہ ہے تو پوری امت کا اجماع غلط اور شاہ صاحب کا موقف درست ماننا پڑے گا ، جب کہ شاہ صاحب کے موقف کو درست ماننا محال شرعی اور محال عقلی ہے، محال شرعی اس لئے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان الله لا يجمع امتي اوقال امة محمد على ضلالة ويدالله على الجماعة الحديث ترمذی"

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ میری امت کو یا شک راوی کی بنا پر امت محمد علیہ الصلوۃ والتسلیم کو گمراہی پر جمع نہیں فرمائے گا ثابت ہوا کہ امر ضلالۃ پر امت محمدیہ کا اجماع ہونا ناممکن ہے بقول سید صاحب اگر امت محمدیہ نے ایک غلط یا فرضی عقیدہ پر اجماع کرلیا ہے قرآن وحدیث جس کی تائید اور توثیق نہیں کرتے تو یہ اجماع جعلی فرضی اختراعی اور امر ضلالت ہوگا ، اور امر ضلالت پر پوری امت کا اجماع بالتفصیل متحقق ہوگا ، اوراس نوعیت اور اس کیفیت کا اجماع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے کذب کو مستلزم ہوگا فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کذب سے متصف ہونا محال شرعی اور محال عقلی ہے یہ محال شرعی کس سے لازم آیا، کہ افضلیت ابوبکر یا افضلیت قطعیہ کو مفروضہ تسلیم کرنے سے اور قانون یہ ہے کہ جس سے امر محال لازم آئے وہ امر خود محال باطل اور غلط ہوتا ہے لہذا سید صاحب کا افضلیت قطعیہ کو مفروضہ قرار دینا غلط باطل اور محال شرعی ہے ، ابوبکر باقلانی کی تقلید میں رائے جمہور اور اجماع امت کو علم ودانش تحقیق وتجزیہ اور ثبوت سے تہی دامن کرنے سے پہلے "اتبعوا السواد الاعظم" کو ضرور دیکھ لینا چاہیے تھا ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرد کی اتباع وتقلید سے منع فرمایا اور جمہور کی راہ

اپنانے کا علم دیا ہے، امت کی اجتماعی اور تحقیقی رائے حجت ہے، اور حق ہے، ملا علی قاری اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں، ”قال المظهر في الحديث دليل على حقية اجماع الامت “ ترجمہ: ”مظہر نے فرمایا کہ یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ اجماع امت حق ہے پھر فرمایا: ”فالحديث يدل على ان اجتماع المسلمين حق المراد اجماع العلماء و لا عبرة باجماع العوام لانه لا يكون عن علم “ ترجمہ: یہ حدیث پاک دلالت کرتی ہے کہ مسلمانوں کا اجماع حق ہے اور اجماع امت سے مراد علمائے امت کا اجماع ہے، عوام مسلمانوں کا اجماع مراد نہیں کیونکہ عوام مسلمانوں کا اجتماع اور اجماع علم و تحقیق کے بغیر ہوتا ہے۔ (مرقات، ۱، ص ۲۴۹)

ثابت ہوا علمائے امت کا اجماع حق اور حجت شرعیہ ہے، امام ابن حجر ہیثمی مکی فرماتے ہیں کہ علمائے امت جس امر پر اجماع کرلیں اس کا ماننا، اس پر عمل کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے، فرمایا: ”قلت الاجماع حجة على كل احد وان لم يعرف مستنده لان الله عصم هذه الامة من ان تجتمع على ضلالة الخ“ ترجمہ: میں کہتا ہوں اجماع امت حجۃ شرعیہ ہے اور ہر ایک کیلئے تسلیم کرنا واجب ہے اگر چہ یہ معلوم نہ ہو کہ اجماع کس سند کی وجہ سے ہوا ہے، اس لئے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اس امت (علمائے امت) کو گمراہی پر جمع ہونے سے محفوظ فرمایا ہوا ہے۔ (الصواعق المحرق، ۵۹)

دور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لے کر آج تک ہر دور کے علماء نے افضلیت ابو بکر صدیق کے قطعی ہونے پر اجماع کیا ہے، بقول سید صاحب اگر افضلیت قطعی ایک مفروضہ ہے اور پوری امت نے اس پر اجماع کیا ہے تو قابل غور امر یہ ہے کہ یہ مفروضہ (افضلیت قطعی) خطاء، یا امر ضلالۃ ہوگا، ہر دو صورتوں میں لازم آئے گا کہ امت کے جمیع افراد نے خطاء پر اتفاق کیا ہو اور معصیت کا ارتکاب کیا ہو یہ غلط فاحش ہے کیونکہ، رسول اللہ ﷺ نے اجتماع علی الضلالۃ سے اس امت کے تحفظ کی ضمانت دے رکھی ہے، اس کے باوجود اگر امت نے مفروضے پر اجماع کرلیا ہے تو ضمانت تحفظ کا حکم کہاں گیا؟ پھر بھی اگر مسلمان کہلواتے ہوئے کہا جائے کہ افضلیت قطعی کا اجماعی عقیدہ مفروضہ ہے تو اس کے متعلق کچھ کہنے یا لکھنے کی ضرورت نہیں، افضلیت قطعیہ کا عقیدہ اگر جعلی

فرضی، اختراعی یا بے بنیاد ہوتا تو صدیوں سے اس عقیدہ کو پذیرائی نہ ملتی، صدیوں تک زندہ اور تابندہ نہ رہتا، اشاعت و فروغ کے سلسلہ میں تائید ایزدی، سے منور اور غلبہ و شوکت سے مشرف اور ید اللہ علی الجماعۃ کی قوت سے مسلح نہ ہوتا،، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ید اللہ علی الجماعۃ کی شرح میں فرمایا:

”كناية عن النصرة، والغلبة والحفظ والرحمة اومعناه احسانه وتوفيقه لاستنباط الاحكام والاطلاع على ما كان عليه رسول الله ﷺ واصحابه من الاعتقاد والعمل “

ترجمہ: يد الله على الجماعة سے مراد نصرت الٰہی اور غلبہ ہے یا اس سے مراد عقیدہ جمہور اجماع امت کی حفاظت اور اہل اجماع پر نزول رحمت ہے، یا اس کا معنی احسان الٰہی اور توفیق رفیق ہے جو اللہ تعالیٰ علمائے امت کو غیر منصوص علیہا احکام کے استنباط کیلئے عطا فرماتا ہے اور ان امور پر مطلع فرماتا ہے جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کا عقیدہ اور عمل تھا معلوم ہوا اجماع امت ہو یا سواد اعظم (جمہور) وہ خوش بخت اور بلند نصیب مسلمانوں کا گروہ ہے ہر لحہ نصرت الٰہی جس کا مقدر ہے اور طوفان بدعقیدگی پر ہمیشہ اس کا قول اور عمل غالب رہا ہے کیونکہ یہی وہ مقدس لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کے قول و فعل کے ترجمان اور مبلغ ہیں، رسول اللہ ﷺ کے زمانہ پاک سے لے کر آج تک چشم فلک نے کئی حادثات، کئی واقعات اور کئی رنگ دیکھے، انسانیت کے عروج و زوال کا مشاہدہ کیا، کائنات کے بدلتے تیور، اور نشیب و فراز دیکھے، تخت و بخت کے دروس عبرت ملاحظہ کئے، کل یوم ھو فی شان کے مناظر دیکھے، مگر ہر دور میں افضلیت ابو بکر صدیق کے شمس کو مخالفت و مخاصمت کی اوٹ میں ڈوبتے نہیں بلکہ حقانیت اور صداقت کے نصف النہار میں درخشندہ اور تابندہ ہی دیکھا، جس کی روشنی آج بھی افریقہ کے صحراؤں، یورپ کے دریاؤں، ایران کے سبزہ زاروں، روس کے مرغزاروں، چین کے بازاروں اور ہندوستان کے پہاڑوں کو منور کر رہی ہے، ، پوری دنیائے اسلام کا بے لاگ سروے اور بے باک موازنہ کرنے سے یہی حقیقت ثابت ہے کہ انبیاء اور رسولوں کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ انسانیت کے ہیرو ہیں، عظمت و افضلیت کے اس اوج کمال پر براجمان ہیں، جہاں عقل انسانی ورطہ حیرت میں ڈوب جاتی ہے،،

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اتبعوا السواد الاعظم سواد اعظم کی پیروی کرو، ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا: "**یعبر به عن الجماعة الکثیرة والمراد ماعلیه اکثر المسلمین وهذافی اصول الاعتقاد کارکان الاسلام**' سواد اعظم جماعت کثیرہ کا نام ہے اور سواد اعظم سے مراد وہ امر ہے جس پر مسلمانوں کی اکثریت ہو، اور یہ اتباع اصول اعتقادیات میں ہے جیسے اسلام کے بنیادی ارکان ،یعنی اسلام کے بنیادی ارکان میں بھی مسلمانوں کی جماعت کثیرہ کی پیروی کرو، حالانکہ ان ارکان اسلام کا ثبوت قرآن وسنت میں موجود ہے لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کو اصولیات میں بھی جماعت کثیرہ کا عقیدہ اپنانے کا حکم دیا گیا ہے۔

جس طرح اسلام کے بنیادی اصولوں میں جمہور مسلمانوں کے نقش قدم پر چلنے کا حکم ہے اسی طرح اسلام کے وہ بنیادی امور جن پر نظام خلافت اور اصول امارت کا دارومدار ہے ان میں بھی جمہور مسلمانوں کے اعتقادات کو اپنانے کی تلقین کی گئی اور حکم دیا گیا ہے اگر جمہور اہل سنت (سواد اعظم) کے وجود اس کی تحقیقات اور استنباط کی اہمیت نہ ہوتی تو رسول اللہ ﷺ ان کی پیروی کا حکم کیوں دیتے؟ اور یہ سند کیوں جاری کی جاتی کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر وہ عمل اور ہر وہ فیصلہ حسن اور محبوب ہے جس پر مسلمانوں کی جماعت کثیرہ کاربند ہو اور ان کی اجماعی سوچ وفکر کی اس پر چھاپ ہو، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پاک ہے: "**ماراہ المسلمون حسنا فهو عند الله حسن**" (ردالمختار، ا،ص ۳۸۹) تو گویا اللہ تعالیٰ جمہور (سواد اعظم) کی جمہوری کاوشوں، جمہوری افکار ونظریات کو ہی اپنا حکم قرار دے کر اپنی رضا اور قضاء قرار دیتا ہے، سوال یہ ہے کہ حسن وقبح شرعی امور میں سے نہیں؟ ان پر عمل درآمد تقاضائے شریعت نہیں، کسی امر کے قبیح یا حسن ہونے کیلئے دلیل کی ضرورت نہیں؟ اس دلیل کا مأخذ کیا ہے؟ قرآن وسنت یا اجماع اگر دلیل قرآن وسنت میں سے میسر نہ ہو تو پھر اس کے قبح وحسن کی تمیز اور فرق کیلئے کس طریق استدلال کی ضرورت ہے؟ لامحالہ اجماع امت یا اس کے تابع سواد اعظم کا سہارا لینا پڑے گا اور جو فیصلہ ان کی تحقیقات اور تبحر علمی کی گہرائیوں سے نکل کر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوگا، وہی نافذ العمل اور واجب التسلیم ہوگا، اگر جمہور (سواد اعظم) شریعت میں

قانون ساز ادارہ نہ ہوتا تو غیر منصوص علیہا امور کے حسن وقبح کو معلوم کرنے اور ان پر مہر تصدیق ثبت کرنے، نافذ العمل ہونے کیلئے تائید وتوثیق کے اختیارات تفویض نہ کئے جاتے، ، اللہ تعالیٰ نے سواد اعظم کے اتباع کو لازم قرار دیتے ہوئے فرمایا: "**ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ماتولی ونصلیه جهنم وسآءت مصیرا**" جو شخص مومنین (جماعت کثیرہ، سواد اعظم) کی راہ کے علاوہ کوئی اور راستہ تلاش کرے، اسی راہ پر چلنے کا بدلہ دیا جائے گا اور ہم اس کو دوزخ میں داخل کریں گے ، جو بہت ہی برا ٹھکانہ ہے، آیہ کریمہ کی توضیح اس حدیث سے ہوتی ہے جس مین فرمایا گیا ہے کہ من شذ، شذ فی النار معلوم ہوا سواد اعظم کے قول اور عمل کی مخالفت گمراہی، اور بے دینی ہے جس کا انجام دوزخ ہے سواد اعظم (جمہور) کی رائے اس کے وجود اس کی شرعی اہمیت اور دینی حیثیت کا انکار کرنا دلیل شرعی کی اساسی حیثیت کا انکار ہے جو قرآن وحدیث کی روشنی میں ضلالۃ صریحہ ہے، علامہ سعد الدین التفتازانی نے سواد اعظم کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

"**السواد الاعظم عامة المسلمین ممن هو اهل السنة والجماعة** ، سواد اعظم اہل سنت وجماعت کے عام مسلمان ہیں، یعنی اہل سنت وجماعت کی جماعت کثیرہ کا نام سواد اعظم ہے، ان کی پہچان اور علامت کے بارے میں فرمایا: "**هم الذین طریقتهم طریق الرسول علیه السلام دون المبتدع** (التوضیح) سواد اعظم سے مراد اہل سنت وجماعت کی وہ کثیر جماعت ہے جو رسول اللہ ﷺ کے طریقہ پر گامزن ہو، بدعت کی مرتکب نہ ہو، دین کی فروعات میں سواد اعظم کا قول حجت شرعیہ اور واجب العمل ہے، اگر قول جمہور حجت شرعیہ نہ ہو اور اس پر عمل کرنا واجب نہ ہو تو پھر ماراہ المسلمون حسنا فهو عند الله حسن سے کس امر کے حسن ہونے کی ضمانت دی گئی ہے؟ لامحالہ وہ امر حسن عند اللہ اسی لئے ہے کہ علماء کی جماعت کثیرہ نے اللہ کے دیئے ہوئے علم راسخ سے افادۂ مومنین کیلئے ایک قانون ایک اصول اور ایک ضابطہ کی صورت میں مستنبط اور مرتب کیا ہے، ، سید صاحب کا یہ کہنا درست ہے کہ جمہور قانون ساز ادارہ نہیں، کیونکہ سیاسی اور پارلیمانی ڈکشنری میں قانون ساز دو ہی ادارے ہوتے ہیں، (۱) نیشنل اسمبلی (۲) سینٹ

یہ دونوں ادارے دنیاوی اموراور تعمیر وترقی کے حوالے سے منصوبے تشکیل دیتے اوران کی تکمیل کیلئے قانون وضع کرتے ہیں، اسمبلی اور سینٹ کے ممبران کن کن خصوصیات کے حامل ہوتے ہیں محتاج بیان نہیں لیکن سواداعظم، (جمہور) جو دین کے فروعی مسائل کے حل میں قرآن وحدیث کی گہرائیوں میں اتر کر نور ایمان اور تقوی کی روشنی میں امت مسلمہ کے افادہٗ کیلئے دماغ سوزی کرتے ہیں، اور ایک موڑ پران کی آراء اور تحقیقات باہم متحد اور متفق ہو جاتی ہیں تو ان کی یہ اجتماعی کاوش قانون بن کر نور حسن سے عنداللہ مزین اور مشرف ہو جاتی ہے، قول جمہور اور حکم جمہور اجماع امت، قرآن اور حدیث کی کوکھ سے جنم لیتا ہے ان ادلہ ثلثہ شرعیہ کا امین اور علمبردار ہو کر حجت شرعیہ کہلاتا ہے جو بلاشبہ ایک قانون شرعی ہے، اگر سواداعظم، (قول جمہور) کا استنباط، اور تخریج احکام عندالشرع قانون سازی نہ ہوتی تو یداللہ علی الجماعۃ کا اعلان تحسین فرمایا جاتا نہ تاج تفاخران کے سر پر رکھا جاتا اگر جمہور کو قانون ساز ادارہ تسلیم نہ کیا جائے تو دین کے تمام فروعی مسائل کا خون ہو جائے گا جو صدیوں سے معمول بہا چلے آرہے ہیں، اعتقاد اور عمل کی پوری دنیا اجڑ جائے گی اور ملت اسلامیہ کا شیرازہ بکھر جائے گا۔

مسئلہ زیر بحث یہ تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت ظنی اور اجتہادی ہے سید صاحب نے امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ کی شہرہ آفاق تالیف الصواعق المحرقہ کے ص،۵۹ سے استشہاد بھی کیا ہے اوراس کا جواب ہم انہی امام ابن حجر مکی کی اسی کتاب کے ص،۶۰ سے پہلے نقل کر آئے ہیں، مزید تسلی اور تشفی کی خاطر چند ثبوت اور پیش کئے جاتے ہیں، کہ افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قطعی ہے ظنی اور محض اجتہادی نہیں،، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نقل فرماتے ہیں ''عمر وابوعبیدہ ابن الجراح ہمیں دو کس اند کہ اول با بوبکر صدیق در سقیفہ بیعت نمودہ، بعد ازاں دیگراں، و ہر دو دراں وقت در حق ابوبکر گفتہ اند کہ انت خیرنا وافضلنا'' ترجمہ: تو بہترین ماہستی و بزرگ ترین وایں کلمہ ایشان را جمیع حاضران از مہاجرین وانصار انکار نہ کردہ بلکہ مسلم داشتہ پس خیریت وافضلیت ابوبکر نزد جمیع صحابہ مسلم الثبوت وقطعی بود،، (تحفہ اثنا عشریہ، ص ۱۷۲)

ترجمہ: سقیفہ بنی ساعدہ میں سب سے پہلے بیعت کرنے والے حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ بن

الجراح رضی اللہ عنہما تھے، اوراسی وقت حضرت ابوبکر صدیق کی شان میں انت خیرنا وافضلنا کے الفاظ کہے یعنی آپ ہم سب سے افضل یعنی بزرگ ہیں، یہ کلمات وہاں موجود انصار و مہاجرین کے پورے مجمع نے سنے اور تردید نہیں کی بلکہ پورے مجمع نے تسلیم کئے پس ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خیریت اور افضلیت ثابت، مسلم، اور قطعی تھی۔

امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں:

''وقد اجمعوا ایضا علی استحقاقهم الخلافة علی هذا الترتیب لکن هذا قطعی کما مر بادلته مبسوطا'' (الصواعق المحرقه،۵۹) تمام امت کا اجماع ہے کہ اسی ترتیب پر ان کا استحقاق خلافت تھا لیکن یہ ترتیب خلافت قطعی ہے دلائل کے ساتھ اس کی تفصیل پہلے آچکی ہے، تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ خلفائے اربعہ کی افضلیت قطعی ہے اور وہ ترتیب خلافت کے لحاظ سے ہے اس سے ثابت ہوا کہ افضلیت ابوبکر صدیق قطعی ہے ظنی نہیں،

محدث ابن حجر مکی علیہ الرحمہ نے نقل فرمایا کہ'' تعلم ما قررناه اجماع الصحابة ومن بعدهم علی حقیة خلافة الصدیق وانه اهل لها وذالک کاف لو لم یرد نص علیه بل الاجماع اقوی من النصوص التی لم تتواتر لان مفاده قطعی ومفادها ظنی (الصواعق المحرقه، ۱۰۶)

ترجمہ: اس سے قبل تجزیہ دلائل کی جو تقریر ہم کر چکے ہیں کہ صحابہ کرام تابعین آئمہ مجتہدین جمہور علمائے اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت برحق ہے اور آپ ہی اس کے اہل تھے، اگر خلافت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حقانیت اور اہلیت پر نص وارد نہ بھی ہوتب بھی یہ افضلیت قطعیہ کیلئے کافی تھا، کیونکہ اجماع کا حکم قطعی ہے اور نصوص احادہ غیر متواترہ کا مفاد ظنی ہے سید صاحب نے محدث ابن حجر کی تحریر کو نہیں سمجھا غور کیے بغیر یہ لکھ دیا کہ افضلیت کو ظنی کہہ کر قطعیت کو پاکیزہ پانی میں دھوڈالا، (زبدة،۲۳)

امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں وما اخرج ابن سعد عن علی ایضا قال قال علی لما قبض النبی ﷺ نظرنا فی امرنا فوجد النبی ﷺ قدقدم ابابکر فی الصلوة فرضینا

لدنیانا مارضیہ النبی ﷺ لدیننا فقد منا ابابکر "(الصواعق المحرقہ، ۲۷)

ترجمہ: ابن سعد نے حضرت علی سے اس حدیث کی تخریج کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا تو ہم نے اپنے معاملہ میں غور و فکر کیا (خلافت کے حقدار ہم ہیں یا ابوبکر) تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہم پر مقدم فرمایا تھا، پس جب رسول اللہ ﷺ نے ہمارے دین کیلئے پسند فرمایا تو ہم نے دنیا کیلئے بھی پسند کرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلافت کیلئے مقدم کیا ہے۔ اس مضمون کی بہت ساری احادیث پہلے نقل ہو چکی ہیں، لیکن اس حدیث کی خصوصیت یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود اپنی زبان مبارک سے وہ افضلیت بیان کر رہے ہیں اور اعتراف بھی کر رہے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل تھی، اور پھر اسی حاصل شدہ افضلیت کو بنیاد بنا کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم کیا، اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی، اگر افضلیت ظنی یا عارضی ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کبھی خلیفہ تسلیم کرتے نہ بیعت کرتے، اور یہ قول آپ کے دل کی آواز اور مبنی بر حقیقت ہے یہ تقیہ یا نعوذ باللہ جھوٹ پر مبنی نہ تھا کیونکہ شیعہ مذہب میں امام وقت معصوم ہوتا ہے جھوٹ وغیرہ کا صدور اس سے ناممکن ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ تو سید الآئمہ ہیں، ان کے متعلق تو جھوٹ یا تقیہ کا تصور کرنا بھی محال ہے، لہذا جو لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کو ظنی کہتے ہیں وہ غلط ہیں، کیونکہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے بزبان خود انہیں خیر الناس بعد النبی ﷺ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما فرمایا ہے۔ (بخاری، بروایت محمد بن الحنفیہ)

علامہ بدرالدین العینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وفی روایت الترمذی کنا نقول و رسول اللہ ﷺ حی ابوبکر، عمر، عثمان "ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں ہم کہا کرتے تھے رسول اللہ ﷺ کے بعد ابوبکر صدیق افضل ہیں، اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ، اور ان کے بعد حضرت عثمان رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین افضل ہیں پھر فرمایا "ورواہ الطبرانی

بلفظ کنا نقول رسول اللہ ﷺ حی افضل ھذہ الامۃ ابو بکر و عمر و عثمان یسمع ذالک رسول اللہ ﷺ فلاینکرہ" ترجمہ: محدث طبرانی نے اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں ہم کہا کرتے کہ اس امت کے سب سے افضل انسان ابوبکر ہیں ان کے بعد عمر اور ان کے بعد عثمان ہیں،،

رسول اللہ ﷺ سماعت فرماتے اور اس کا (افضلیت) انکار نہیں فرماتے تھے صاف معلوم ہوا کہ ابوبکر صدیق کی افضلیت کا قطعی ہونا رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مسلم تھا، اور صحابہ کا اجماعی عقیدہ تھا اگر افضلیت قطعی نہ ہوتی تو رسول اللہ ﷺ صحابہ کی بیان کردہ درجہ بندی کو رد فرما دیتے آپ کا رد نہ فرمانا اور انکار نہ کرنا اس بات کی بین دلیل ہے کہ افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قطعی ہے ظنی نہیں، علماء اس حدیث کے بعد فرماتے ہیں "وعلی ھذا اھل السنۃ والجماعۃ" (عمدۃ القاری، ۱۶، ص ۱۷۷) اہل سنت و جماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

باقلانی صاحب اگر اس کے خلاف اپنی ذاتی اور انفرادی رائے رکھتے ہیں تو ان کو مبارک ہو اگر سید صاحب باقلانی کی رائے کو دلیل قطعی گردان کر اجماع امت اور عقیدہ جمہور کو مفروضات کہتے ہیں تو کہتے رہیں اس سے افضلیت کی قطعیت متاثر ہوتی ہے نہ ظنی میں تبدیلی ہوتی ہے،

محب الدین الطبری نے نقل فرمایا:

"وقد رای اصحاب رسول اللہ ﷺ جمیعا ان یستخلفوا ابابکر رضی اللہ عنہ خارجہ ابن السری، وھذا من اقوی الادلۃ علی خلافتہ رضی اللہ عنہ فان الاجماع قطعی" (الریاض النضرۃ، ۱، ص ۲۲۰)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے جمیع صحابہ کی رائے یہ تھی کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا جائے محب الطبری فرماتے ہیں ابوبکر صدیق کی خلافت کی صحت پر جتنی دلیلیں ہیں ان تمام دلیلوں میں یہ سب سے قوی دلیل ہے کیونکہ اس پر تمام صحابہ کا اجماع ہے اور یہ اجماع قطعی ہے علم کی دنیا میں ایسا ممکن ہے کہ اجماع قطعی کو اجماع ظنی کا درجہ دیا جائے؟

یا اجماع تو قطعی ہو مگر مفید ظن ہو، ماننا پڑے گا کہ جس طرح اجماع قطعی تھا اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق کی افضلیت بھی قطعی تھی، اگر قطعی نہ ہوتی تو تمام صحابہ کا اجماع قطعی کیسے ہوتا؟ الشیخ عبدالوہاب الشعرانی رحمہ اللہ نے فرمایا: "وقال الشیخ تقی الدین بن ابی المنصور فی عقیدته ویعتقدان ابابکر رضی الله عنه افضل من سائر الامة المحمدیة وسائر الانبیاء، واصحابهم لا نه کان ملازما لرسول الله ﷺ بالصدیقیة لزوم الظل للشاخص حتی فی میثاق الانبیاء ولذالک کا ن اول من صدق رسول الله ﷺ "(الیوقت والجواهر، ۴۳۸)

ترجمہ: شیخ تقی الدین بن ابی المنصور رحمہ اللہ نے اپنا عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرمایا یہ عقیدہ رکھا جائے گا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ساری امت محمدیہ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کیا امتوں سے بھی افضل ہیں اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے تمام صحابہ سے بھی افضل ہیں اس لئے کہ ان کی صدیقیت کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تلازم رہا ہے، جس طرح سائے کا شجر کے ساتھ تلازم ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صدیقیت کا تلازم اس وقت بھی موجود تھا جب روز میثاق انبیاء کرام سے رسول اللہ ﷺ اللہ پر ایمان لانے اور ان کی نصرت کرنے کا عہد لیا گیا تھا، اگر ذات رسول اللہ ﷺ سے صدیقیت کا تلازم نہ ہوتا تو آپ نبی کریم ﷺ کی تصدیق کرنے والوں میں اول نہ ہوتے، یعنی ذات صدیق ذات رسول اللہ ﷺ کیلئے سائے کی مانند تھی جس طرح ایک وجود کو سایہ لازم ہوتا ہے کبھی بھی اور کسی بھی جگہ اس سے جدا نہیں ہوتا ساتھ ہی رہتا ہے اسی طرح ذات رسول اللہ ﷺ کیلئے صدیقیت لازم فرد کی طرح آپ کے ساتھ رہی، ماننا پڑیگا جس طرح ذات رسول ﷺ سب سے اول سب سے افضل ہے اسی طرح ذات صدیق بھی وصف صدیقیت میں بے مثل بے مثال سب سے مقدم اور سب سے افضل ہے سید صاحب نے نقل کیا کہ امام ابن حجر مکی نے جملہ دلائل افضلیت کی انتہاء ظن پر کردی اور ثابت کر دیا کہ افضلیت پر اجماع ہرگز نہیں ہوا اگر اجماع نصی تام ہوا ہوتا افضلیت ظنی ہرگز نہ ہوتی، (زبدۃ، ۲۵)

اس کا جواب دلائل قاہرہ سے پہلے دیا جاچکا ہے دہرانے کی ضرورت نہیں مزید تحریر کیا کہ حضرت امام

ابن حجر مکی نے اپنی اس پیش کردہ عبارت میں سید شریف جرجانی متوفی ۸۱۶ھ کی شرح مواقف جلد ۸، ص، ۴۰۴ کی پیش کردہ عبارت کا خلاصہ بڑی جمعیت کے ساتھ پیش فرمایا،

﴿1﴾ ایک تو پیش کردہ عبارت میں اس امر کی وضاحت فرمادی کہ موازنہ صرف جناب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے درمیان منعقد ہوا کوئی تیسری شخصیت مفاضلہ ایک دوسرے سے افضل ہونے میں موضوع گفتگو نہیں بنی، جواباً کہا جائے گا کہ سید صاحب نے حضرت امام ابن حجر مکی کی تحقیق کا پوری طرح مطالعہ کیا نہ جائزہ لیا، حضرت امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ترتیب خلافت افضلیت قطعیہ کی دلیل نہیں، کیونکہ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی افضلیت میں اختلاف ہے "قلت امابین عثمان وعلی فواضح للخلاف فیه کما تقدم، واما بین ابی بکر ثم عمر ثم غیرهما فهو ان اجمعوا علیه، الا ان فی کون الاجماع حجة قطعیة خلاف "ترجمہ: میں کہتا ہوں حضرت عثمان اور علی رضی اللہ عنہما کی افضلیت میں واضح اختلاف ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے لیکن حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت عثمان، اور حضرت علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی افضلیت پر اگرچہ اجماع قطعی ہے لیکن اس کے باوجود اس میں اختلاف موجود ہے یعنی امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ

﴿1﴾ خلفائے اربعہ کی افضلیت قطعی ہے حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی افضلیت میں اختلاف ہے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی افضلیت میں اختلاف ہے نہ قطعیت میں فرق۔

﴿2﴾ امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ کے نزدیک اختلاف ہونے کے باوجود افضلیت حجۃ قطعیہ ہے کیونکہ حضرت امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے فرمایا:

﴿3﴾ فالذی علیه الا کثرون انه حجة قطعیه مطلقا، وہ امر جس پر اکثر امت کا اجماع ہو مطلقا حجت قطعیہ ہے یعنی یہ نہیں کہ اجماع نصی تام مفید قطعیت ہے اور اجماع سکوتی مفید ظنیت ہے جیسا کہ سید صاحب اور ان کے امام باقلانی کا مذہب ہے

﴿4﴾ پھر فرمایا فالحق فی ذالک التفضیل فما اتفق علیہ المعتبرون حجۃ قطعیۃ

"اس سارے تفصیل میں حق یہ ہے کہ جس امر پر معتبران امت (جمہور) متفق ہوں وہ امر حجت قطعیہ ہے۔

﴿5﴾ وما اختلفوا کالاجماع السکوتی ،ولاجماع الذی یرد مخالفۃ فھو ظنی

"ترجمہ: اور جس امر میں معتبران امت (جمہور) مخالفت کریں، جیسے اجماع سکوتی اور وہ اجماع جس کا کوئی مخالف ہو، یہ ظنی ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ جس چیز پر جمہور کا اتفاق نہ ہو بلکہ اس کی مخالفت کریں، تو وہ چیز مفید قطع نہ ہوگی بلکہ مفید ظن ہوگی، جیسے اجماع سکوتی، جمہور بحث وتمحیص نہ کریں، تردید وتائید بھی نہ کریں خاموشی اختیار کریں، چپ سادھ لیں تو ان کا یہ طرز عمل ظن ہوگا، اور پھر اسی طرح وہ اجماع جس کا کوئی مخالف ہو یا اس کے خلاف کوئی معارض ہو وہ بھی مفید ظن ہے ظن کا فائدہ دینے والے صرف یہی دو قسم کے اجماع ہیں۔

لیکن یہی امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں: "وقدعلمت مما قررتہ لک ان ھذاالاجماع لہ مخالف نادر فھو ان لم نعتدبہ فی الاجماع علی مافیہ من الخلاف فی محلہ لکنہ یورث انحطاطہ عن الاجماع الذی لا مخالف لہ فالاول ظنی ،وھذا قطعی"

ترجمہ: اس سے قبل تمہارے لئے اس موضوع پر جو تقریر میں نے کی ہے اس سے تجھے اس بات کا علم ہو گیا ہوگا کہ اجماع قطعی کی مخالفت شاذ ونادر ہے اور اجماع کی قطعیت میں وہ مخالفت غیر معتبر ہے اور اس کے قابل اعتبار ہونے یا نہ ہونے میں بھی اپنی جگہ اختلاف پایا گیا ہے یہ اختلاف اس اجماع کو اس اجماع کے برابر قرار نہیں دیتا جس کا کوئی ایک بھی مخالف نہ ہو، پہلا اجماع جو سکوتی ہو یا اس اجماع کی مخالفت کی گئی ہو ظنی ہے اور یہ آخر الذکر اجماع جس کی شاذ ونادر طور پر مخالفت کی گئی قطعی ہے ظنی نہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر جو اجماع ہوا نہ وہ سکوتی تھا اور نہ ہی اس کی مخالفت میں کوئی امیدوار سامنے آیا، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ انصار ومہاجرین کے مکالمے، بحث

وتکرار سے قبل امیدوار تھے، مگر جب حضرت عمر نے دلیل پیش کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تمام انصار ومہاجرین سے مقدم کیا تو تم میں سے کس کا دل خوش ہوگا کہ ان کو پیچھے کر دیا جائے اور خود آگے بڑھ جائے، اس پر حضرت سعد بن عبادہ بھی خاموش ہو گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم کر لیا، حضرت امام محدث ابن حجر مکی کی تفصیل اور تحقیق کے بعد سید صاحب کو معلوم ہو جانا چاہیے کہ امام موصوف نے افضلیت پر منعقدہ اجماع کو ظنی قرار دیا نہ اجماع سکوتی فرمایا، بلکہ واشگاف الفاظ میں افضلیت ابوبکر کو قطعی فرمایا اور اس پر منعقد ہونے والے اجماع کو مفید ظن نہیں بلکہ قطعی، اور حجۃ قطعیہ فرمایا اور بار بار فرمایا، امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا: "وبھذا یترجح ماقالہ غیر الاشعری من ان الاجماع ھنا ظنی لانہ الائق مماقررناہ من ان الحق عند الاصولین التفصیل المذکورو کان الاشعری من الاکثرین القائلین بانہ قطعی مطلقاً"

ترجمہ: اشاعرہ کے علاوہ جو لوگ بھی ہیں وہ اس اجماع ظنی کو ترجیح دیتے ہوئے کہتے ہیں افضلیت کے مسئلہ میں اجماع ظنی ہے اور اجماع قطعی کے بارے میں جو تقریر ہم نے کی ہے اس کے مطابق علمائے اصولین کے نزدیک مذکورہ بالا تفصیل ہی حق ہے، یعنی اجماع سکوتی اور اجماع مختلف فیہ مفید ظن ہیں، اور وہ اجماع جو نصی تام ہو اور اس کے مخالف کوئی نہ ہو وہ اجماع حجت قطعیہ ہے، امام ابوالحسن اشعری علمائے اصول کی اس جماعت کثیرہ سے ہیں، جو اس بات کے قائل ہیں کہ اجماع حجۃ قطعیہ ہے، امام ابن حجر مکی علیہ الرحمہ نے ہر نوع تحقیق سے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر جو اجماع ہے وہ حجۃ قطعیہ ہے مفید ظن نہیں سید صاحب نے زبدۃ ص ۲۵، پر جو کچھ تحریر کیا ہے وہ امام موصوف کا عقیدہ نہیں نہ اجماع قطعی کو اجماع ظنی فرمایا اور نہ ہی عقیدہ جمہور اور اکثر متکلمین کے مذہب سے انحراف کیا ہے، سید صاحب کو امام ابن حجر مکی کی تحقیق اور تفصیل کا ادراک نہیں ہو سکا،

امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے افضلیت کی تعریف اور اس کی پہچان اور ادراک کے بارے میں نقل فرمایا: "فحقیقۃ الفضل ماھو فضل عنداللہ وذالک لا یطلع علیہ الا بالوحی ،وقدوردالثناء علیھم

ولا یتحقق ادراک حقیقة ذالک الفضل عند عدم دلیل قطعی متناو سندا الالمشاهد لزمن الوحی واحواله ﷺ معهم لظهور القرائن الدالة علی التفصیل حینئذ " ترجمہ: فضیلت اللہ کے نزدیک فضل یعنی بزرگی کا نام ہے، اس کا علم اور معرفت وحی کے بغیر ناممکن ہے خلفائے اربعہ کی ثناء کی گئی ہے اس بزرگی، اور شرف کی حقیقت کا ادراک ایسی دلیل جو متن اور سند کے لحاظ سے بھی قطعی ہو کے بغیر ناممکن ہے اس کی حقیقت کا ادراک اس شخص کیلئے ممکن ہے جس نے زمانہء وحی کا مشاہدہ کیا ہو اور رسول اللہ ﷺ کے معاملات صحابہ کے ساتھ دیکھے ہوں قرآن وسنت سے دلائل کثیرہ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت ثابت ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ ﷺ کے باہمی تعلقات اور معاملات تمام صحابہ نے بچشم خود ملاحظہ کئے ہیں ، رسول اللہ ﷺ نے تمام صحابہ کے سامنے ابوبکر صدیق کے کارنامے، مخلصانہ جذبہ، ایثار وقربانی کے نمونے، ذوق جانثاری، عشق ومودت کی تمثیلات وغیرہ امور بیان فرمائے، دربار الوہیت میں شان عبدیت، اور مقام عبدیت سے بھی صحابہ کو روشناس فرمایا جس سے افضلیت ابوبکر صدیق کا ہر گوشہ جگمگا اٹھا، اور نماز میں اپنی نیابت عطا فرما کر افضلیت ابوبکر کی تکمیل فرمائی جو قطعیت کا روپ دھار گئی اس کی تائید کرتے ہوئے ملا علی قاری نے فرمایا:

"والذی اعتقده وفی دین الله اعتمده ان تفضیل ابی بکر قطعی ،حیث امره ﷺ بالامامة علی طریق نیابة ،مع ان المعلوم من الدین ان الا ولی بالا مامة افضل وقد کان علی کرم الله وجهه حاضرا فی المدینة و کذاغیره من اکابر الصحابة وعینه علیه الصلوة و السلام لما علم انه افضل الانام فی تلک الایام حتی انه تاخر مرة وتقدم عمر فقال علیه الصلوة و السلام ابی الله والمؤمنون الا ابابکر" وہ امر جو میرا عقیدہ ہے اور دین کے معاملہ میں جس پر میں اعتماد کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی افضلیت قطعی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا نائب بنا کر ان کو امامت کا حکم فرمایا تھا جب کہ دین میں یہ بات معلوم ہے کہ افضل شخص ہی امامت کا اہل ہے، اس وقت حضرت علی اور دیگر صحابہء کبار بھی مدینہ طیبہ میں موجود تھے اس کے باوجود آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر کو امامت

کیلئے فرمایا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ اس وقت ابوبکر سے بہتر کوئی شخص نہیں، یہاں تک کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نماز کیلئے آگے بھی کیا گیا پھر بھی آپ نے فرمایا، ابوبکر صدیق کے علاوہ ہر شخص کا اللہ اور مؤمنین نے انکار کیا ہے۔ پھر نقل فرمایا:

"ولذاقالت الصحابة رضیه ﷺ لدیننا اومانرضی به فی امر دنیا نا و ذالک حین اجتمعوا فی سقیفة بنی ساعدة واستقررایهم بعد المشاورة والمنازعة علی خلافة ابی بکروا جماع الصحابة حجة قاطعة ،لقوله علیه السلام لا یجتمع امتی علی الضلالة وقد بایعه علی روس الشهاد" (شرح فقه اکبر ،۷۶ مطبوعه سعیدی کراچی)

ترجمہ: اسی افضلیت کی وجہ سے صحابہ کرام نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہمارے دین کیلئے پسند فرمایا تو کیا ان کو اپنی دنیا کیلئے پسند نہ کریں، اور یہ اتفاق اس وقت ہوا جب تمام صحابہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع تھے، باہمی مشاورت، بحث ونزاع کے بعد سب نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق رائے کر لیا صحابہ کرام کا اجماع، حجت قطعیہ ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی، بانگ دہل تمام صحابہ نے آپ کی بیعت کی۔

مزید فرمایا: "علی ان مخالفة واحدولو کانت ظاهرة لم تخرف اجماع الامة اذغایته انه یدعی المثلیة اویزعم الاحقیقة من غیر دلیل اورده فی القضیة" (ایضاً)

ترجمہ: اگر ایک شخص ظاہر ہو کر مخالفت کرے پھر بھی اجماع کی قوت میں کوئی دراڑ نہیں آتی اس لئے کہ انتہا یہ ہے کہ وہ شخص مجوزہ شخص کے ساتھ برابری کا دعوی کرتا ہے یا اس کا گمان یہ ہے کہ وہ اس خلافت کا زیادہ حقدار ہے جبکہ اس کے پاس برابری، یا زیادہ حقدار ہونیکی کوئی دلیل بھی نہیں۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی توضیح سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ اقدس میں بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے افضل تھے، اور اسی بنا پر آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز میں بھی اپنا نائب تعینات فرمایا تھا، سقیفہ بنی ساعدہ میں بحث وتکرار، مشاورت اور منازعت کے بعد یہ دلیل نیابت ہی تھی جس کے سامنے انصار اور مہاجرین نے سر تسلیم خم کیا، اور اجماع صحابہ